مولانا عبید اختر رحمانی*

امام عیسیٰ بن ابانؒ: حیات و خدمات (۱)

نام و نسب:

نام عیسیٰ، والد کا نام ابان اور دادا کا نام صدقہ ہے۔ پورا نسب نامہ یہ ہے: عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بن عدی بن مرادنشاہ۔ کنیت ابوموسیٰ ہے۔ (الفہرست لابن الندیم ۱/۲۵۵، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان)

کنیت کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تقریباً سارے ترجمہ نگاروں نے جن میں قاضی وکیع، قاضی صیمری، خطیب بغدادی، ابن جوزی، حافظ ذہبی، حافظ عبدالقادر قرشی، حافظ قاسم بن قطلوبغا وغیرہ شامل ہیں، سبھی نے آپ کی کنیت ابوموسیٰ ذکر کی ہے، محض حافظ ابن حجر نے آپ کی کنیت ابومحمد ذکر کی ہے (لسان المیزان ۲۵۶/۶) اور کسی بھی تذکرہ نگار نے اس کی بھی صراحت نہیں کی ہے کہ آپ کی دو کنیت تھی، ہر ایک نے آپ کی محض ایک ہی کنیت 'ابوموسیٰ' کا ذکر کیا ہے، بادی النظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اس بارے میں حافظ ابن حجر سے کسی قسم کا ذہول ہوا ہے۔

عیسیٰ بن ابان کے خاندان کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ان کے بیٹے بیٹیاں کتنے تھے، اور دیگر رشتہ دار کون کون تھے۔ ایسا صرف عیسیٰ بن ابان کے ساتھ نہیں بلکہ دیگر اکابرین کے ساتھ بھی ہوا ہے، عیسیٰ بن ابان کے حالات کی تلاش و تحقیق کے بعد ان کے دو رشتہ داروں کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) ابوحمزہ بغدادی: آپ کا نام محمد، والد کا نام ابراہیم اور کنیت ابوحمزہ ہے، آپ کا شمار کبار صوفیاء میں ہوتا ہے، آپ نے اپنے عہد کے جلیل القدر محدثین سے علم حاصل کیا تھا علم قراءت بالخصوص ابوعمرو کی قرات میں آپ ممتاز مقام کے مالک تھے، دنیا جہان کا سفر کیا تھا، آپ کا حلقہ ارادت و محبت کافی وسیع تھا، ایک جانب جہاں آپ جنید بغدادی، سری سقطی اور بشر حافی جیسے اکابر صوفیاء کے ہم نشیں تھے تو دوسری جانب امام احمد بن حنبل کے مجلس کے بھی حاضر باش تھے اور بعض مسائل میں امام احمد بن حنبل بھی آپ کی رائے دریافت کرتے تھے۔ تذکرہ نگاروں میں سے بعض نے آپ کو عیسیٰ بن ابان کا 'مولیٰ' قرار دیا ہے، جب کہ بعض نے آپ کو عیسیٰ بن ابان کی اولاد میں شمار کیا ہے۔ اس بارے میں شاید قول فیصل ابن الاعرابی کا قول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے بارے میں عیسیٰ بن ابان کی اولاد سے دریافت کیا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ آپ کا سلسلہ نسب عیسیٰ بن ابان سے ہی ملتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء،

* نگران شعبہ تحقیق، المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد۔ Jamsed.akhtar@gmail.com

۱۳/۱۶۵، تاریخ دمشق ۵۱/۲۵۲، ترجمہ نمبر ۶۰۶۲) آپ کا انتقال ۲۷۰ ہجری مطابق ۸۸۳ء میں ہوا۔ (الاعلام للزرکلی ۵/۲۹۴)

(۲) نائل بن نجیح: نام اور کنیت ابوسہل ہے۔ نائل بن نجیح کو متعدد تذکرہ نگاروں نے عیسیٰ بن ابان کا ماموں قرار دیا ہے، لیکن مجھ کو اس وجہ سے توقف تھا کہ عیسیٰ بن ابان کے نام سے ایک اور راوی ہیں جو رقاشی ہیں۔ بظاہر بصرہ کا ہونے کی وجہ سے زیادہ احتمال یہی تھا کہ نائل عیسیٰ بن ابان حنفی کے ہی ماموں ہیں، لیکن کہیں اور اس کی وضاحت نہیں مل رہی تھی۔ تفتیش کے بعد یہ بات ملی کہ حافظ ابن کثیر نے وضاحت کی ہے کہ نائل بن نجیح، ابوسہل بصری اور جن کو بغدادی بھی کہا جاتا ہے، عیسیٰ بن ابان القاضی کے ماموں ہیں۔ قاضی کی وضاحت سے اس کی تعیین ہوگئی کہ نائل بن نجیح صاحب تذکرہ عیسیٰ بن ابان کے ہی ماموں ہیں۔ (التکمیل فی الجرح والتعدیل ومعرفة الثقات والضعفاء والمجاهیل ۱/۳۳۰)

اساتذہ ومشائخ:

آپ نے ابتدائی زندگی میں کس سے تعلیم حاصل کی اور کن شیوخ واساتذہ سے علم حاصل کیا، اس بارے میں بہت کم معلومات ہیں۔ صرف اتنا تذکرہ ملتا ہے کہ ابتداء میں اصحاب حدیث میں تھے اور انہی کے مسلک پر عمل پیرا تھے، بعد میں امام محمد سے رابطہ میں آنے پر حنفی فکر وفقہ سے متاثر ہو کر حنفی ہو گئے:

ومنهم ابو موسى عيسى بن ابان بن صدقة، وكان من اصحاب الحديث، ثم غلب عليه الراى (طبقات الفقہاء لابی اسحاق الشیرازی صفحہ 50، من مکتبہ مشکاۃ)

''اور ان میں سے (فقہاء حنفیہ) ایک عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بھی ہیں۔ وہ اصحاب حدیث میں تھے، پھر ان پر فقہ غالب آ گئی۔''

علم حدیث کی تحصیل انہوں نے اپنے عہد کے جلیل القدر محدثین سے کی۔ حافظ ذہبی اس بارے میں لکھتے ہیں:

وحدّث عن هشيم واسماعيل بن جعفر ويحيىٰ بن زائدة (تاریخ الاسلام للذہبی 16/312)

''ہشیم، اسماعیل بن جعفر اور یحیٰ بن ابی زائدہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔''

امام عیسیٰ بن ابان کس طرح محدثین کی صف سے نکل کر اہل فقہ کی جماعت میں شامل ہوئے، اس تعلق سے ایک دلچسپ واقعہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں عیسیٰ بن ابان کے ترجمہ میں محمد بن سماعہ سے نقل کیا ہے:

عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے جس میں امام محمد بن حسن الشیبانی نماز پڑھتے تھے اور فقہ کی تدریس کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ میں (محمد بن سماعہ) عیسیٰ بن ابان کو محمد بن حسن الشیبانی کی مجلس فقہ میں شرکت کے لیے بلاتا رہتا تھا، لیکن وہ کہتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو احادیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ (هولاء قوم يخالفون الحديث)۔ عیسیٰ بن ابان کو خاصی احادیث یاد تھیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ فجر کی نماز ہم نے ساتھ پڑھی۔

اس کے بعد میں نے عیسیٰ بن ابان کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ امام محمد بن حسن کی مجلس فقہ نہ لگ گئی۔ پھر میں ان کے قریب ہوا اور کہا، یہ آپ کے بھانجے ہیں، یہ ذہین ہیں اور ان کو حدیث کی معرفت بھی ہے۔ میں ان کو جب بھی آپ کی مجلس فقہ میں شرکت کی دعوت دیتا ہوں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ حضرات حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ امام محمد ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میرے بیٹے، تم نے کس بنا پر یہ خیال کیا کہ ہم حدیث کی مخالف کرتے ہیں؟ (یعنی ہمارے کون سے ایسے مسائل اور فتاوی ہیں جس میں حدیث کی مخالفت کی جاتی ہے؟) پھر اسی کے ساتھ امام محمد نے نصیحت بھی فرمائی: لا تشهد علينا حتى تسمع منا، ہمارے بارے میں کوئی رائے تب تک قائم مت کرو جب تک ہمارا موقف نہ سن لو۔

عیسیٰ بن ابان نے امام محمد سے حدیث کے پچیس ابواب کے متعلق سوال کیا (جن کے بارے میں ان کو شبہ تھا کہ ائمہ احناف کے مسائل اس کے خلاف ہیں)۔ امام محمد نے ان تمام پچیس ابواب حدیث کے متعلق جواب دیا اور ان احادیث میں سے جو منسوخ تھیں، اس کو بتایا اور اس پر دلائل اور شواہد پیش کیے۔ عیسیٰ بن ابان نے باہر نکلنے کے بعد مجھ سے کہا کہ میرے اور روشنی کے درمیان ایک پردہ حائل تھا جو اٹھ گیا۔ میرا نہیں خیال کہ اللہ کی زمین میں اس جیسا (صاحب فضل وکمال) کوئی دوسرا بھی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے امام محمد کی شاگردی اختیار کی۔ (تاریخ بغداد، جلد 12، صفحہ 480، تحقیق دکتور بشار عواد معروف، مطبع دار الغرب الاسلامی)

نوٹ: اس سند کے ایک راوی احمد بن مغلس الحمانی ہیں جن کی محدثین نے تضعیف اور تکذیب کی ہے، لیکن تاریخی شخصیات اور روایات کے بارے میں وہی شدت پسندی برقرار رکھنا جو کہ حدیث کے بارے میں ہے، ایک غلط خیال اور نظریہ ہے۔ یہ بات تقریباً ان کے بیشتر ترجمہ نگاران نے بیان کی ہے کہ وہ اصحاب حدیث میں سے تھے، بعد میں انہوں نے فقہ کی جانب رخ کیا۔ خطیب بغدادی کا بیان کردہ واقعہ ہمیں صرف یہ بتاتا ہے کہ محدثین کی جماعت میں سے نکل کر فقہاء کی جماعت میں وہ کیسے داخل ہوگئے، اس کا پس منظر کیا تھا اور بس۔ ظاہر ہے کہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اس واقعہ کو قبول نہ کیا جائے۔ آخر کوئی تو وجہ ہوگی جس کی وجہ سے امام عیسیٰ بن ابان محدثین کی صف سے نکل کر فقہاء کی صف میں اور بطور خاص فقہائے احناف کی صف میں شامل ہوئے، جن کے خلاف ایک عام پروپگنڈہ کیا گیا تھا کہ وہ رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں اور حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی پس منظر اور وجہ کو احمد بن مغلس الحمانی نے بیان کیا ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اس واقعے کو قبول نہ کیا جائے۔

امام محمد سے تحصیل فقہ

حافظ ذہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء میں اس کی وضاحت کی ہے کہ امام عیسیٰ بن ابان نے امام محمد سے تحصیل فقہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ سیر اعلام النبلاء (جلد 10، صفحہ 440) میں لکھتے ہیں: فقيه العراق، تلميذ محمد ابن الحسن، کہ وہ عراق کے فقیہ اور امام محمد کے شاگرد تھے۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں: و تفقه عليه یعنی عیسیٰ بن ابان کے فقہ میں خصوصی استاذ محمد بن الحسن ہیں۔ (لسان المیزان ۲۵۶/۶)

عیسیٰ بن ابان نے کتنی مدت تک امام محمد سے تحصیل علم کیا؟ ابن ندیم نے الفہرست میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بہت کم مدت تک تحصیل علم کیا: ویقال انہ قلیل الاخذ عن محمد بن الحسن۔ (الفہرست لابن الندیم ۱/۲۵۴) یہی بات وکیع نے بھی اخبار القضاۃ میں لکھی ہے کہ ان کا امام محمد سے تحریری طور پر استفادہ کا تعلق کم رہا: ان عیسی بن ابان قلیل الکتاب عَن مُحَمَّد بن الحَسَن (اخبار القضاۃ ۲/۱۷۱)

الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ میں اس مدت کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ وہ مدت چھ مہینے کی تھی، چنانچہ صاحب طبقات الحنفیہ ابن ابی الوفاء ذکر کرتے ہیں: تفقه علی محمد بن الحسن، قیل انه لزمه ستة اشهر۔ (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ص272، مکتبہ مشکاۃ)

لیکن مشکل یہ ہے کہ دونوں جگہ یعنی ابن ندیم کی الفہرست اور الجواہر المضیۃ میں اس قول کو "قیل" سے نقل کیا گیا ہے جو کہ کمزور اقوال کے نقل کے لیے خاص ہے، جب کہ دوسری جانب ان کے ترجمہ نگاروں نے ان کے فقہ کے اساتذہ میں امام محمد کا خاص طور سے نام لیا ہے۔ اس سے اس قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ امام عیسیٰ بن ابان کی امام محمد کی شاگردی کی مدت خاصی طویل ہوگی، چھ مہینے کی مختصر مدت نہیں ہوگی۔ مشہور حنفی فقیہ قاضی صیمری امام طحاوی کے واسطہ سے ابوخازم سے نقل کرتے ہیں:

> انما لزم عیسی بن ابان محمد بن الحسن ستة اشهر، ثم کان یکاتبه الی الرقة (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ۱/۱۴۷، ابوعبداللہ الصیمری الحنفی المتوفی ۴۳۶ھ، عالم الکتب بیروت)
>
> ''ابوخازم کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن ابان نے امام محمد سے چھ مہینے براہ راست استفادہ کیا، بعد میں جب امام محمد کو ہارون رشید اپنے ساتھ رقہ لے گیا تو عیسیٰ بن ابان نے امام محمد سے خط وکتابت کے ذریعہ استفادہ کیا۔''

صیمری کی نقل کردہ روایت تسلیم کرنے سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن ابان، امام محمد کے ''رقہ'' چلے جانے کے بعد بھی خط وکتابت کے ذریعہ مستفید ہوتے رہے۔ ابن ابی العوام کی تصنیف 'فضائل ابی حنیفہ' سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد سے براہ راست استفادہ کی مدت گیارہ مہینے تھی، چنانچہ وہ ابوخازم سے ہی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

> قال لی عبد الرحمن بن نابل: ما جالس عیسی بن ابان محمد بن الحسن الا احد عشر شهرا، وتوفی عیسی بن ابان سنة عشرین ومائتین (فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ، ۱/۳۴۰، الناشر: المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرّمۃ)
>
> ''مجھ سے عبدالرحمٰن بن نابل نے کہا: عیسیٰ بن ابان کے امام محمد سے استفادہ کی کل مدت گیارہ مہینے ہے اور عیسیٰ بن ابان کا انتقال ۲۲۰ ہجری میں ہوا۔''

حقیقت یہ ہے کہ ماقبل میں جو کچھ عرض کیا گیا، یہ تمام ہی باتیں تحقیق کے معیار پر پوری نہیں اترتی ہیں۔ امام محمد کا رقہ جانا ان کے انتقال سے کئی برس قبل کا واقعہ ہے۔ آپ رقہ میں کتنی مدت رہے، اس کے بارے میں بروکلمان نے

لکھا ہے کہ کئی سال رہے، پھر رقہ کی قضاء سے آپ کو معزول کر دیا گیا۔ اس درمیان آپ بغداد میں رہے، پھر قاضی القضاۃ بنائے گئے اور پھر ہارون رشید کے ساتھ 'رے' گئے تھے کہ وہیں انتقال ہوگیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: امام محمد بن الحسن شیبانی اوران کی فقہی خدمات ص: ۳۱۱ تا ۵۲۱) اس سے واضح ہے کہ عیسیٰ بن ابان نے آپ سے کئی سال تک استفادہ کیا ہے، کیوں کہ رقہ کا واقعہ امام محمد کی وفات سے کئی سال قبل کا ہے اور یہ بالکل غیر فطری ہے کہ رقہ میں جب تک امام محمد رہیں تو عیسیٰ بن ابان ان سے خط وکتابت کے ذریعہ استفادہ کریں، لیکن جب امام محمد معزول ہوکر بغداد میں تشریف فرما ہوں تو عیسیٰ بن ابان استفادہ نہ کریں اور جب رَے چلے جائیں تو وہاں جا کر استفادہ نہ کریں۔ ماقبل میں جتنے اقوال امام محمد سے استفادہ کے سلسلے میں گزرے ہیں، ان کے بارے میں ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ ابتداء کی مدت بتائی جارہی ہے کہ عیسیٰ بن ابان کو ابتداء میں کس قدر استفادہ کا براہ راست موقع ملا۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے طویل استفادہ کا ہی فیض تھا کہ عیسیٰ بن ابان کی امام محمد کے اقوال وعلوم پر گہری نگاہ تھی۔ جو بات دوسروں کو بھی معلوم نہیں ہوتی تھی، وہ عیسیٰ بن ابان کے علم میں ہوتی تھی، چنانچہ ایک واقعہ میں انہوں نے وراثت کے مسئلہ میں نواسوں اور پوتوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فیصلہ صادر کیا تو بعض فقہائے احناف نے ان پر ائمہ احناف کے قول سے باہر نکلنے کر فیصلہ کرنے کی بات کہی۔ عیسیٰ بن ابان نے کہا: میں نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ امام محمد کا بھی قول ہے۔ اس کو بکار بن قتیبہ، ہلال بن یحییٰ اور امام محمد کے دوسرے شاگرد جان نہ سکے، لیکن ابوخازم نے اعتراف کیا کہ یہ امام محمد بن حسن کا ہی قول ہے اور عیسیٰ بن ابان سچ کہتے ہیں۔ (اخبار ابی حنیفۃ ۱/۱۵۲)

امام عیسیٰ بن ابان نے امام ابو یوسف سے کوئی استفادہ کیا یا نہیں کیا، اس بارے میں عیسیٰ بن ابان کے تمام سوانح نگار خاموش ہیں۔ قاضی وکیع لکھتے ہیں: ولم یخبرنی انسان انه رآه عند ابی یوسف (اخبار القضاۃ ۲/۱۷۱) ''مجھے کسی بھی شخص نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے عیسیٰ بن ابان کو ابو یوسف کے پاس دیکھا ہے''۔ اس سے اندازہوتا ہے کہ عیسیٰ بن ابان نے امام ابو یوسف سے استفادہ نہیں کیا۔ امام ابو یوسف سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ امام محمد کے انتقال سے کئی برس قبل امام ابو یوسف کا انتقال ہو چکا تھا، یعنی جس وقت وہ امام محمد سے وابستہ ہوئے، اس سے پہلے امام ابو یوسف کا انتقال ہو چکا تھا اور جب امام ابو یوسف باحیات تھے، ان سے اس مسلکی اور گروہی اختلاف کی بناء پر استفادہ نہیں کیا ہوگا۔

تلامذہ:

مختلف ذمہ داریوں بالخصوص کارِقضا کی نازک فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ عیسیٰ بن ابان نے درس وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیا۔ عیسیٰ بن ابان کی بہتر تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے شاگرد آگے چل کر آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب ہوئے۔ عیسیٰ بن ابان کے چند ممتاز شاگردوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ہلال بن یحییٰ الرائے (000-245ھ=000-859م): آپ کا شمار فقہ حنفی کے ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ بصرہ کے قاضی رہے۔ آپ عیسیٰ بن ابان کے شاگرد ہیں، اور آپ نے ہی اولاً علم شروط وسجلات میں تصنیف کی۔

ابوخازم (000-292ھ=000-905م) : آپ کا نام عبدالحمید اور والد کا نام عبدالعزیز ہے، ابوخازم کنیت ہے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، شام، کوفہ، کرخ، بغداد وغیرہ میں آپ نے قضا کی ذمہ داریاں انجام دیں۔ علم وعمل اور زہد وورع میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ امام طحاوی آپ کے شاگرد ہیں۔

بکار بن قتیبہ (182-270ھ=798-884م): آپ کے علمی کمال بالخصوص فقہ وحدیث کی جامعیت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ ۲۴۶ھ میں آپ مصر کے قاضی بنے، لیکن ابن طولون کے ایک حکم کی تعمیل اپنی اصول پرستی کی بنا پر نہ کر سکنے کی وجہ سے قید کر دیے گئے۔ قید میں بھی حدیث وفقہ کا درس جاری رہا، لوگ مسائل پوچھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ امام طحاوی آپ کے خاص شاگرد ہیں۔ دوران قید ہی آپ کا انتقال ہوا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (الاعلام للزرکلی ۶۱/۲)

حسن بن سلام السواق: آپ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتی ہیں۔ آپ نے اپنے دور کے جلیل القدر محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا، آپ حدیث کے معتبر راوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے آپ کو الامـــــام، الثـــقۃ، المحدث کے گراں قدر الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ۲۷۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء)

صورت وسیرت اور ذہانت وفطانت:

امام عیسیٰ بن ابان کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بھی نوازا تھا۔ آپ بڑے حسین وجمیل تھے۔ ابن سماعہ جوان کے رفیق بھی تھے، وہ کہتے ہیں: کـان عیسی حسن الوجہ (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ) عیسی بن ابان خوبصورت شخص تھے۔ آپ صرف حسین ہی نہیں تھے بلکہ عفیف بھی تھے۔ دوسرے لفظوں میں کہیں تو حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی پورے طور پر متصف تھے۔ ابن ندیم الفہرست میں لکھتے ہیں ''وہ پاک دامن شخص تھے''۔ و کان عیسی شیخا عفیفا۔ (الفہرست لابن الندیم)

ابوحازم جو اپنے دور کے انتہائی نامور قاضی وفقیہ تھے، ان کا قول ہے کہ میں نے اہل بصرہ کے نوجوانوں میں عیسیٰ بن ابان اور بشر بن الولید سے زیادہ ذہین کسی کو نہیں دیکھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ابتداء سے ہی بہت ذہین وفطین تھے۔ حافظ ذہبی نے بھی ان کے ترجمہ میں ایک جگہ ان کو و کان معدودا من الاذکیاء کے الفاظ سے یاد کیا ہے یعنی وہ منتخب ترین ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی۔ جلد 16، صفحہ 312) حافظ ذہبی نے ہی دوسری جگہ ان کو ذکاء مفرط (وفور ذہانت) سے متصف کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء 10/ 440)

فقہ وحدیث میں مقام ومرتبہ:

عیسیٰ بن ابان کا دور علم حدیث وفقہ کا زریں دور ہے۔ آپ نے اپنے عہد کے مشہور اور جلیل القدر محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا اور خاصی بڑی عمر تک آپ کا تعلق محدثین کے گروہ کے ساتھ تھا، اور امام محمد سے رابطہ سے قبل آپ کی دلچسپی کا محور فقط علم حدیث ہی تھا۔ آپ کو اللہ نے جس ذہانت وفطانت سے نوازا تھا، اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ آپ کا علم حدیث میں بھی ممتاز مقام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن سماعہ جیسے مشہور محدث اور فقیہ کا آپ کا

متعلق تاثر ہے: وکان عیسیٰ حسن الحفظ للحدیث (اخبارابی حنیفۃ واصحابہ ا/۱۳۲) عیسیٰ بن ابان حدیث کو اچھی طرح یاد رکھنے والے تھے۔ ابن سماعہ نے جب عیسیٰ بن ابان کا امام محمد سے تعارف کرایا تو یہ کہا: هذا ابن اخيك ابان بن صدقة الكاتب، ومعه ذكاء ومعرفة بالحديث (اخبارابی حنیفۃ واصحابہ ا/۱۳۲) یہ آپ کے بھتیجے ابان بن صدقہ ہیں، یہ ذہین ہیں اور علم حدیث سے گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ پھر اسی واقعہ میں یہ بھی اعتراف ہے کہ امام محمد سے انہوں نے حدیث کے پچیس ابواب کے متعلق اپنے اشکالات دوہرائے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو علم حدیث میں کتنا ممتاز مقام حاصل تھا۔ اگر یہ سب اعتراف نہ بھی ہوتا، تب بھی ان کی کتاب الحجج الصغیر کا جو خلاصہ امام جصاص رازی نے ''الفصول فی الاصول'' میں پیش کیا ہے، اس کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا علم حدیث میں مقام کتنا بلند اور حدیث وآثار سے اصول وفروع کے استنباط میں آپ کو کتنی مہارت اور کتنا رسوخ تھا۔ احادیث وآثار سے آپ نے احناف کے اصول فقہ پر جو دادِ تحقیق دی ہے، اس کو دیکھ کر بے ساختہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ امام شافعی کے بعد اصول فقہ پر اس طرح سے مجتہدانہ کلام کی نظیر نہیں ملتی۔

امام محمد کی شاگردی میں آ کر ان کی خفتہ صلاحیتوں کو جلا ملی اور جلد ہی انہوں نے فقہ میں درک اور مہارت حاصل کر لی اور رفتہ رفتہ فقہ کے فن شریف میں اتنی مہارت پہنچائی کہ اس دور کے اور بعد کے اجلہ علماء فقہ میں آپ کی معرفت تامہ اور رسوخ کامل کے معترف ہوگئے۔ بلکہ بعض اجلہ علماء نے تو ان کی تعریف میں یہاں تک کہہ دیا کہ بصرہ میں ابتداء اسلام سے لے کر عیسیٰ بن ابان کے قاضی ہونے تک ان سے زیادہ بڑا فقیہ بصرہ میں قاضی نہیں ہوا۔

جلیل القدر علماء کے اعترافات:

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے بکار بن قتیبہ کو کہتے سنا، وہ ہلال بن یحییٰ کا قول نقل کر رہے تھے کہ اپنے دور میں مسلمانوں میں عیسیٰ بن ابان سے فقاہت میں بڑھا ہوا قاضی کوئی اور نہیں ہے۔ "قال الطحاوی سمعت بکار بن قتيبة يقول سمعت هلال بن يحيى يقول ما في الاسلام قاض افقه منه يعني عيسى بن ابان في وقته۔ (اخبارابی حنیفۃ واصحابہ ا/۱۵۰) جب کہ قاضی بکار بن قتیبہ خود کہتے ہیں: "قال الطحاوی وسمعت بكار بن قتيبة يقول كنا لنا قاضيان لا مثل لهما، اسماعيل بن حماد وعيسى بن ابان "۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ میں بکار بن قتیبہ سے سنا ہے کہ ہمارے (فقہاء حنفیہ) دو قاضی ایسے ہیں جن کی کوئی مثال نہیں، ایک اسماعیل بن حماد اور دوسرے عیسیٰ بن ابان۔ (الجواہر المضیۃ ا/۴۰۱) خود حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں ان کے فضل وکمال کا اعتراف ''فقیہ العراق'' کے الفاظ سے کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۴۰) اور تاریخ اسلام میں نام کے ساتھ ''الفقیہ'' کا لاحقہ لگایا ہے۔ (تاریخ الاسلام ۵/۶۵۱)

مشہور شافعی عالم ابواسحاق الشیرازی نے طبقات الفقہاء میں ان کو احناف کا ممتاز فقیہ تسلیم کیا ہے۔ حافظ عبدالقادر القرشی نے ''الامام الکبیر'' کے گراں قدر لقب سے متصف کیا ہے (الجواہر المضیۃ ا/۴۰۱) تو حافظ قاسم بن قطلوبغا نے ''احد الائمۃ الاعلام'' کا گراں قدر لقب تحریر کیا ہے۔ (تاج التراجم ا/۲۲۷) اور اسی کے ساتھ ان کے

''وسعت علم'' کا بھی اعتراف کیا ہے۔ (مصدر سابق) مشہور حنفی مورخ ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی لکھتے ہیں: وکان مع کرمہ من اعیان الفقھاء (النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ ۲/۲۳۶) سخاوت کے ساتھ ساتھ آپ ممتاز فقہاء میں سے ایک تھے۔ مشہور حنفی امام وعلامہ زاہد الکوثری آپ کے علم وفضل کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حاصل کلام یہ کہ عیسیٰ بن ابان علم فقہ کے پہاڑ تھے جس کی بلندی اور عظمت کے سامنے سب سر جھکانے لگے۔ (سیرت امام محمد بن الحسن الشیبانی ص ۲۰۷)

قضاء

قضاء کی ذمہ داری بہت بھاری اور گرانقدر ذمہ داری ہے۔ اس میں مسائل واحکام کی واقفیت کے ساتھ ساتھ مردم شناسی اور لوگوں کے مزاج سے واقفیت، بیدار مغزی اور کسی کی ظاہری صورت سے متاثر نہ ہونے کی شرطیں شامل ہیں۔ عیسیٰ بن ابان ان اوصاف سے متصف تھے، لہٰذا ان کی انہی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے عباسی خلافت میں مامون الرشید کے دور میں قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم نے ان کو مامون کے ساتھ ''فم الصلح'' جاتے وقت عسکر مہدی میں اپنا نائب بنایا اور پھر واپسی پر ان کو مستقل طور پر بصرہ کا قاضی بنا دیا۔ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ان کو 211 ہجری میں اسماعیل بن حماد کی معزولی کے بعد بصرہ کا قاضی بنایا گیا تھا اور انتقال تک وہ بصرہ کے قاضی رہے۔ اس زمانہ میں بصرہ علمی لحاظ سے عالم اسلام کے گنے چنے شہروں میں شمار ہوتا تھا، ایسے میں ان کو بصرہ کا قاضی بنانا یہ بتاتا ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم ان کے علم وفضل سے کتنے متاثر تھے۔

قضا کے باب میں ان کی خاص صفت یہ تھی کہ وہ اپنے حکموں کا اجراء اور فیصلوں کا نفاذ بہت جلد کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ابن ندیم ان کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کان فقیھا سریع الانفاذ للحکم، وہ فقیہ تھے اور حکم کو جلد نافذ کرتے تھے۔ (الفہرست لابن الندیم) یہی بات قاضی وکیع نے بھی لکھی ہے: وکان عیسی سھلا فقیھا سریع الانفاذ للاحکام (اخبار القضاۃ ۲/۱۷۰) عیسیٰ نرم رو، فقیہ تھے اور اپنے احکام جلد جاری کرایا کرتے تھے۔ قاضی وکیع نے لکھا ہے کہ بسا اوقات وہ فیصلوں کے اجراء میں اس تیزی سے کام لیتے تھے جس سے بعض حضرات کو شبہ ہوتا تھا کہ احکام کا اتنا تیز اجرا ونفاذ قاضیوں کے لیے مناسب بھی ہے یا نہیں۔

قضا کے باب میں آپ کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ جب تک آپ کو اپنے زیر بحث معاملہ کے فیصلہ پر پورا اطمینان نہ ہو جاتا، فیصلہ صادر نہ کرتے، چاہے اس میں کتنی ہی تاخیر کیوں نہ ہو جائے اور اگر کوئی اصرار کرتا تو صاف فرما دیتے کہ قاضی کو تمہارے مسئلہ کے بارے میں علم نہیں ہے۔ اگر تم چاہو تو انتظار کرو یا پھر چاہو تو کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ۱/۱۵۰)

(جاری)